احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کیلئے

روزنامہ
الفضل ربوہ

CPL 61

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

PH: 0092 4524 213029

منگل 4- جنوری 2000ء - 26 رمضان 1420 ہجری - 4- صلح 1379 ہش جلد 50-85 نمبر3

قبولیت دعا کی شرائط

حضرت ابو ھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ گناہ یا قطع رحمی کا ارتکاب نہ کرے- اور جلد بازی نہ کرے- صحابہ نے پوچھا جلد بازی سے کیا مراد ہے- فرمایا- وہ یہ کہے کہ میں نے بہت دعا کی مگر خدا دعا قبول نہیں کرتا- پھر وہ تھک جاتا ہے اور دعا چھوڑ دیتا ہے-

(صحیح مسلم کتاب الذکر باب استجابة الدعا)

بندے کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ھے جب تک اس کے ساتھ گناہ یا قطع رحمی کا ارتکاب نہ ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس لیلۃ القدر کو لائے اس کے ساتھ سارا زمانہ قیامت تک روشن ہو گیا۔

جو لیلۃ القدر میں ایمانی حالت میں ثواب کی نیت سے اور نفس کے محاسبے کے ساتھ دعا کرتا ہے اسکے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

سیدنا حضرت خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 31 دسمبر 1999ء بمقام بیت الفضل کا خلاصہ

(یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ھے)

لندن-31 دسمبر99ء- سیدنا حضرت خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج یہاں بیت الفضل میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں لیلۃ القدر کی فضیلت کے بارے میں اہم ارشادات فرمائے- حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ خطبہ ایم ٹی اے نے بیت الفضل سے لائیو ٹیلی کاسٹ کیا اسکے علاوہ سات دیگر زبانوں عربی، انگلش، بنگالی، فرنچ، جرمن، بوسنین اور ترکی میں رواں ترجمہ نشر کیا گیا-

حضور ایدہ اللہ نے سورہ قدر کی تلاوت کے بعد احادیث بیان فرمائیں- دعا کے موضوع پر احادیث میں ذکر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی نظر میں دعا سے زیادہ معزز کوئی چیز نہیں اللہ دعا کی قدر کرتا ہے اور اس کی طرف جھکتا ہے یعنی اسے قبول فرماتا ہے- پھر فرمایا بندے کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ دعا کے ساتھ گناہ یا قطع رحمی کا ارتکاب نہ کرے- جلد بازی سے کام نہ لے، وہ کہتا ہے بار بار دعا کی مگر انجام نہ دیکھا- ایک اور حدیث میں ذکر ہے کہ آخری عشرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کے لئے جو خصوصی کوشش فرماتے وہ اس کے علاوہ دیکھنے میں نہیں آتی تھی- آپؐ آخری عشرے میں کمر ہمت کس لیتے تھے اور بے انتہا عبادت کرتے تھے- ایک اور حدیث میں ہے کہ عمل کے لحاظ سے آخری دس دن خدا کے نزدیک بڑی عظمت والے ہیں ان دنوں میں لاالہ الاّاللہ، اللہ اکبر اور الحمدللہ بکثرت پڑھنا چاہئے- ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے- آنحضرت نے ایک بار اعتکاف کیا اور فرمایا اللہ سے راز و نیاز کرو مگر اتنا بلند نہ کرو کہ دوسروں کی عبادت میں خلل ڈالے قرآن بھی آہستہ آواز میں پڑھو- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر کی تلاش کرو- ایک دفعہ فرمایا آخری سات دنوں میں تلاش کرو- ایک اور حدیث میں فرمایا رمضان کی 27 اور 29 تاریخ میں لیلۃ القدر کو ڈھونڈو- ایک حدیث میں ہے کہ جو لیلۃ القدر میں ایمان کی حالت میں، ثواب کی نیت سے اور نفس کے محاسبے کے ساتھ دعائیں کرتا ہے اس کے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں پتہ چل جائے کہ آج لیلۃ القدر ہے تو یہ دعا کرو **اللھم انك عفو کریم تحب العفو، فاعف عنی** یعنی اے میرے خدا تو بخشنے والا کریم ہے، بخشش کو پسند کرنے والا ہے میرے گناہ معاف کر دے-

حضور ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعود کے ارشادات بیان فرمائے کہ لیلۃ القدر ایک تو رمضان میں آتی ہے دوسرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ لیلۃ القدر تھا- جب آپؐ کی بعثت سخت تاریکی میں ہوئی اور لاکھوں کروڑوں ملائکہ آپؐ کے ساتھ نازل ہوئے- نیز فرمایا لیلۃ القدر انسان کا وقت اصفی ہے- یہ زمانہ ایک ایسی تاریک و تاررات کی طرح تھا اور ایک مصلح کا متقاضی تھا- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس لیلۃ القدر کو لیکر آئے تھے اس کے ساتھ سارا زمانہ قیامت تک روشن ہو گیا-

حضور ایدہ اللہ نے آخر میں فرمایا آج 1999ء کا آخری دن ہے اور آخری جمعہ ہے کل سے 2000ء شروع ہو جائے گا- نئے سال کے آغاز پر میں ساری دنیا کو نئے سال کی مبارکباد دیتا ہوں- حضور نے فرمایا میں اس سال کی کچھ خصوصیات کا ذکر اگلے جمعہ میں کروں گا جو حیرت انگیز ہیں- یہ باتیں امام صاحب عطاء المجیب راشد صاحب نے مجھے لکھ کر بھجوائی ہیں- خدا کرے کہ خدا کی تقدیر ہمارے لئے خیر ہی خیر لے کر آئے- آمین-

لندن سے خطبہ عیدالفطر

○ سیدنا حضرت خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ کا خطبہ عیدالفطر مورخہ 8- جنوری بروز ہفتہ لندن سے پاکستان کے وقت کے مطابق شام چھ بجے ٹیلی کاسٹ ہوگا- اسی رات 50-8 پر یہ خطبہ دوبارہ دکھایا جائے گا اور اگلے روز صبح 6 بجے خطبہ پھر دکھایا جائے گا-

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ربوہ میں المناک حادثہ

ربوہ 2- جنوری- محلہ دارالنصر غربی اور اسمبیسی موڑ کے درمیان واقع ریلوے کراسنگ پر (جہاں کوئی پھاٹک اور پھاٹک والا نہیں) صبح آٹھ بجکر چالیس منٹ پر فیصل آباد سے آنے والی لالہ موسیٰ پسنجر ایک مسافروں سے بھری ہوئی ویگن سے ٹکرا گئی جس سے 10 مسافر ہلاک اور 8 زخمی ہو گئے- بد قسمت ویگن کا ڈرائیور زیر تعمیر پل کے باعث ناقص متبادل سڑک سے بچنے کے لئے چونگی سے ربوہ کے اندر مڑا اور دارالنصر سے گذرتے ہوئے دوبارہ سرگودھا روڈ پر چڑھنے کے لئے اس کراسنگ سے گزر رہا تھا کہ شدید دھند کی وجہ سے ٹرین کو نہ دیکھ سکا- آٹھ زخمیوں کو فوری طور پر فضل عمر ہسپتال ربوہ میں پہنچا دیا گیا- جہاں پر وہ اس وقت زیر علاج ہیں- حادثہ کی خبر سنکر کمشنر، ڈپٹی کمشنر، ڈی آئی جی وغیرہ افسران ربوہ آئے اور فضل عمر ہسپتال جاکر زخمیوں کی عیادت کی-

حادثے کے موقعہ پر مجلس خدام الاحمدیہ، دفتر صدر عمومی کے ایمرجنسی سیل اور فضل عمر ہسپتال نے خدمت خلق کی جو خدمات انجام دیں اسکی تفصیلی رپورٹ آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں-

ماہر امراض دل کی آمد

○ مکرم ڈاکٹر بریگیڈیر مسعود الحسن نوری صاحب مورخہ 2000-1-16 بروز اتوار فضل عمر ہسپتال ربوہ میں مریضوں کا معائنہ و علاج کریں گے- ضرورت مند مریض ہسپتال ہذا کے پرچی روم سے پرچی بنوا کر میڈیکل آؤٹ ڈور سے رابطہ کرکے ضروری ٹیسٹ وغیرہ کروا لیں-

(ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال- ربوہ)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

خطبہ عید الفطر

دونوں عیدوں کا قربانیوں سے تعلق ہے۔ عید وہ ہے جو قربانیوں کے قبول ہونے کے نشان لے کر آتی ہے۔ سچی عید اپنے رب سے ملاقات کی عید ہے

خطبہ عید الفطر ارشاد فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بتاریخ 14 مارچ 1994ء بمطابق یکم شوال 1414 ہجری 14 امان 1373 ہجری شمسی بمقام اسلام آباد (ٹلفورڈ) برطانیہ

(خطبہ عید الفطر کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان ہے کہ ہم ایک بہت ہی پر لطف رمضان سے گذر کر اب عید کی خوشیوں میں داخل ہو رہے ہیں یہ عید جسے عید الفطر کا نام دیا گیا ہے ہندوستان اور پاکستان اور غالباً بنگلہ دیش میں بھی چھوٹی عید کہلاتی ہے اور اس کے مقابل پر عید الاضحیہ جس کا مطلب ہے قربانیوں کی عید، اسے بڑی عید کہا جاتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود (۔) نے اس فرق کو یوں ظاہر فرمایا ہے کہ حقیقتاً مرتبے اور عظمت کے لحاظ سے یہ عید چھوٹی ہے اور اضحیہ والی عید بڑی ہے۔

آج میں نے سوچا کہ میں آپ کو ان دونوں کے فلسفے سے مطلع کروں اور ان کا فرق آپ پر ظاہر کروں۔ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں ان کے ہاں عید کا کوئی نہ کوئی تصور پایا جاتا ہے۔ ابھی یہ امر تحقیق طلب ہے کہ کیا ان سب مذاہب کی عیدیں جو (دین) کے علاوہ ہیں کسی قربانی سے تعلق رکھتی ہیں یا نہیں۔ کسی قربانی کے تصور سے ان کا کوئی جوڑ ہے بھی کہ نہیں۔ لیکن بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن میں قربانی کا کوئی عنصر کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ ہاں کسی بڑی بات کی یاد میں، کسی ایسے واقعہ کی یاد میں وہ عیدیں منائی جاتی ہیں جو پہلے گزر چکا اور ضروری نہیں کہ اس کا قربانیوں سے تعلق ہو لیکن (دین) میں بہرحال ان دونوں عیدوں کا قربانیوں سے تعلق ہے۔ قربانیوں سے عیدوں کے دو قسم کے تعلق ممکن ہیں ایک ذاتی قربانی جس میں سے گزر کر انسان ایسی عید منائے جس میں یہ پیغام ملتا ہو کہ گویا تمہاری قربانیاں قبول ہوئیں اور اس قبولیت کے نتیجے میں تم خوشی کا اظہار کرو اور ایک عید وہ ہے جس کا تعلق ازمنہ سابقہ میں کسی بہت بڑی قربانی کے ساتھ ہے اور در اصل ان قربانیوں کی یاد میں عید منائی جاتی ہے۔

عید الفطر کا پہلی قسم سے تعلق ہے اور عید الاضحیہ کا دوسری قسم سے تعلق ہے۔ اگرچہ عید الاضحیہ پر بھی ایک حصہ حج کے موقعہ پر اس دور کی یاد کو تازہ کرتا ہے جس کی یاد کو ہمیشہ زندہ رکھنے کے لئے عید الاضحیہ خوشیوں کا پیغام لاتی ہے۔ مگر ایک طبقہ ہے جس پر زندگی بھر میں صرف ایک مرتبہ اس قربانی کو زندہ کرنے کا فریضہ عائد فرمایا گیا ہے۔ لیکن باقی سب دنیا تو در اصل ان لوگوں کے تعلق میں عید نہیں مناتی جو حج کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ اور ان سب کی مشترکہ قربانیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ ان قربانیوں سے پھر عظیم ترین قربانیوں کا سلسلہ پھوٹا، عید مناتے ہیں۔

پس بڑی عید کا تعلق دوسروں کی قربانیوں سے ہے اور عظیم تر قربانیوں سے ہے۔ اس لئے اسے بڑی عید کہنا درست ہے لیکن اکثر و بیشتر اس میں ذاتی قربانی شامل نہیں ہوتی۔ ایک عظیم واقعہ کی یاد دلا کر ذاتی قربانی کی تحریص دلائی جاتی ہے۔

جسے ہم چھوٹی عید کہتے ہیں یہ عظمت کے لحاظ سے چھوٹی سہی مگر ہم میں سے ہر وہ شخص جو توفیق رکھتا ہے اس کے لئے ذاتی قربانیوں میں سے گزرنے کے بعد یہ عید آتی ہے اور جو ذاتی قربانیوں سے نہ گزر سکے وہ بھی فدیہ کے ذریعے کچھ حصہ لے لیتا ہے۔ گویا کہ تمام (قوم) مشترکہ طور پر کسی نہ کسی رنگ میں قربانیوں کا مزہ چکھتی ہے اور وہ لوگ جو روزے نہیں بھی رکھ سکتے وہ بھی پہلے سے بہت بڑھ کر اپنی راتوں کو جگاتے ہیں اور دن رات عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور قرآن کریم کی پہلے سے بہت بڑھ کر تلاوت کرتے ہیں۔ پس ذاتی قربانی کے عنصر سے کوئی بھی خالی نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی رمضان کے دنوں میں بیدار ہو جاتے ہیں، اپنے ماں باپ سے ضد کر کر کے مطالبے کرتے ہیں کہ ہمیں بھی روزے کے وقت اٹھانا اور اگر نہ اٹھایا جائے تو ناراض ہو جاتے ہیں۔ اٹھایا جائے تو نیند سے برا حال آنکھیں ملتے، بڑی مشکل سے میز پر بیٹھتے ہیں لیکن بہرحال شوق ضرور پورا کرتے ہیں اور ان کی یہ معصوم قربانیاں بھی اجتماعی قربانیوں میں شامل ہو جاتی ہیں۔

پس چھوٹی عید کا تعلق خواہ اسے آپ چھوٹی قربانی سمجھیں ہر فرد سے ہے اور اس قسم کی عید کا کوئی تصور ابھی تک میرے علم میں نہیں کہ غیر مذاہب میں بھی پایا جاتا ہو۔ بہرحال تحقیق طلب امر ہے۔ میں بنیادی طور پر اصولاً یہ تسلیم کرتا ہوں کہ تمام مذاہب حقہ میں عید کا تصور ہونا چاہئے اور اس کا کوئی نہ کوئی تعلق کسی قربانی سے ہونا چاہئے مگر جس شان کے ساتھ عید الفطر کے موقع پر یہ تعلق باندھا گیا ہے اور قائم فرمایا گیا ہے اس کی اور کوئی مثال دکھائی نہیں دیتی۔ ہم میں سے وہ جو روزے رکھنے کی توفیق پا گئے اور وہ بھی جو روزے رکھنے کی توفیق نہ پا سکے لیکن اس وجہ سے غمگین رہے، اس محرومی کے احساس سے ان کا دل کتنا رہا کہ کاش ہم بھی یہ توفیق پاتے اور وہ بھی جنہیں اس محرومی کے احساس کی توفیق بھی نہیں ملی لیکن کبھی کبھی دل میں کسک تو پیدا ہوتی ہوگی اللہ ان سب کو اس عید کی خوشیوں میں شامل فرمائے ان معصوم بچوں کو بھی جنہوں نے یہ عید اپنے رنگ میں، اپنی عمر کے تقاضوں کے پیش نظر کسی نہ کسی رنگ میں کمائی ہے۔ عید کمانا اس لئے کہ جو عید قربانیوں کے بعد آتی ہے وہ ایک رنگ میں کمائی جاتی ہے اور وہ لوگ جو اس کمائی میں شامل نہیں ہوتے اسی حد تک ان کی لذت کم ہو جاتی ہے۔ وہ کپڑے تو اچھے پہن لیتے ہیں۔ خوشبوئیں بھی لگاتے ہیں۔ اچھے کھانے بھی کھاتے ہیں، لیکن دل میں ایک احساس سا رہ جاتا ہے کسی کمی کا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم شامل تو ہیں مگر وہ بات نہیں جیسی ان لوگوں کی بات ہے جنہوں نے مہینہ بھر محنت کی ہے، دعائیں مانگی ہیں، عبادت کے حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے اور جسمانی تکلیفوں سے بھی گزر کر اللہ تعالیٰ کی رضا کمانے کی کوشش کی ہے۔ پس **یہ عید دراصل اس بات کا پیغام ہے کہ تمہاری قربانیاں قبول ہوئیں اور اب تم فطر کے دور میں داخل ہو رہے ہو۔**

افطار کا مضمون آپ سب سمجھتے ہیں ہر روز افطاری کرتے تھے اور افطاری کی طرف نگاہیں بعض دفعہ لگی رہتی تھیں کہ کب افطاری ہو۔ بعض دفعہ بہت کمزوری ہو جاتی ہے لوگوں کو کہتے ہیں افطاری ہو تو کچھ جان میں جان آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مہینہ روزوں کا شمار کر کے اس عید کو افطار کے دور کے آغاز میں رکھ دیا۔ ایک پہلو سے مہینے کے آخر پر ہے اور ایک پہلو سے اگلے مہینوں کے آغاز میں ہے یعنی مراد یہ ہے کہ پورا ایک مہینہ تم نے دراصل اپنے اوپر ایسی پابندیاں بھی عائد کر دیں جو عام مہینوں میں تم پر عائد نہیں تھیں اور محض رضائے باری تعالیٰ کی خاطر تم نے حلال چیزیں بھی اپنے اوپر حرام کئے رکھیں۔ کچھ گھنٹے، کچھ ساعتیں اس مہینے میں ایسی بھی آتی رہیں جبکہ وہ سب چیزیں جو روزے کے

پبلشر آغا سیف اللہ۔ پرنٹر قاضی منیر احمد۔ مطبع ضیاء الاسلام پریس۔ مقام اشاعت دار النصر غربی چناب نگر (ربوہ) قیمت 2-50 روپے

دوران ہم نے اپنے اوپر حرام کر دی تھیں وہ دوبارہ حلال کر دی گئیں مگر پھر بھی سارے مہینے کو روزوں کا مہینہ "ماہ صیام" قرار دیا گیا ہے۔ اور بعد کے آنے والے مہینوں کا تعلق افطار سے باندھا گیا ہے اور یہ عیدالفطر اسی بات کا پیغام ہے۔

اس میں ایک خاص پیغام ہے مومنوں کے لئے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ تم پر کتنے احسان فرماتا ہے۔ تم نے جو افطار کا وقت گزارا تھا وہ بھی خدا نے صیام میں شامل فرما لیا ہے۔ سارے مہینے کو صیام کا مہینہ قرار دے دیا ہے۔ پس چونکہ تم نے اللہ کی رضا کی خاطر روزے کھولے تھے اس لئے روزہ کھولنے کا دور بھی' خدا کے حساب میں تمہارے حق میں روزے کا دور ہی شمار ہو رہا ہے اور اب وہ مہینے آرہے ہیں جو افطار کے مہینے ہیں۔ اس خوشی کے پیغام کے ساتھ ایک انذار بھی تو وابستہ ہے۔ افطار کس چیز کا؟ حلال چیزوں کا۔ حرام کا نہیں۔ پس اگر سارا مہینہ تم نے محنت کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کمائے اس کی خاطر حلال چیزیں چھوڑ کر بھی۔ تو جب افطار کا دور آیا ہے تو حرام چیزوں کے لئے افطار کا دور نہیں آیا محض حلال چیزوں کے لئے افطار کا دور آیا ہے۔ پس پہلے کے مقابل پر یہ نئی زندگی مختلف ہونی چاہئے۔

رمضان سے پہلے جب ہم نے پوری تربیت حاصل نہیں کی تھی بسا اوقات اپنی کم فہمی کی وجہ سے یا کمزوری کی وجہ سے' کسی مجبوری کے باعث سمجھ لیں ہم گناہوں پر بھی منہ مارتے رہے۔ وہ چیزیں بھی ہمیں پسند رہیں جو خدا کو ناپسند ہیں۔ وہ چیزیں بھی ہم استعمال کرتے رہے جن کے متعلق منع تھا کہ تم نے استعمال نہیں کرنی اور ناجائز اور ناحق طور پر ان کی لذتیں حاصل کرتے رہے۔ تو یہ جو دور تھا یہ رمضان سے پہلے کا دور ہے۔ **رمضان نے ہمیں سکھایا کہ تم کیا کرتے ہو خدا کا خوف کرو۔ حرام چیزیں تو در کنار تمہیں تو رضائے باری تعالیٰ کی خاطر' یار کا دل جیتنے کے لئے' حلال چیزیں بھی اس کی خاطر چھوڑنی چاہئیں۔** یعنی ان آراموں کو ترک کر دینا چاہئے جن کی طلب میں انسان ہمیشہ سرگرداں رہتا ہے۔ اس لئے کہ خدا راضی ہو جائے۔ پس جن باتوں سے خدا راضی ہو انہیں قبول کر لینا اور جن باتوں سے خدا راضی نہ ہو انہیں ترک کر دینا یہ وہ جہاد ہے جس میں ہمیں رمضان کے مہینے میں خصوصیت کے ساتھ تربیت دی جاتی ہے۔ پس ایک مہینہ تربیت پا لینے کے بعد اگر ہم واپس پھر اسی جگہ پہنچ جائیں جہاں سے سفر اختیار کیا تھا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس جگہ نہیں پہنچیں گے اس سے ادنیٰ جگہ میں پہنچیں گے۔ اس سے بھی کم تر مقام پہ گر جائیں گے۔ پس یہ لازم ہے کہ ہم جو کچھ سیکھیں اگر سب کچھ قائم نہ رکھ سکیں تو کچھ نہ کچھ ضرور رکھیں ورنہ جو کچھ ہم نے پہلے حاصل کیا تھا وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

پس ہر رمضان کے بعد ہر عیدالفطر ہمارے لئے جو پیغام لاتی ہے وہ یہ ہے کہ اب سے تم اس فطر کے دور میں داخل ہو رہے ہو جس میں صرف حلال چیزیں تم پر حلال ہیں اور تمام حرام اور تمام مکروہات تم پر حرام ہیں۔

یاد رکھو ایک مہینہ تم نے یہ تربیت حاصل کی اب اس کو بھول نہ جانا۔ پس اس عید اور اگلی عید کے درمیان یا اگلے رمضان تک جو درمیان کا دور ہے یہ ہمارے لئے ایک آزمائش کا دور ہے۔ پس یہ عید جہاں خوشیوں کا پیغام بھی لاتی ہے وہاں آزمائش کا انذار بھی لے کر آتی ہے۔

لیکن اب میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ اس عید میں اور کیا کیا سبق ہمیں ملتے ہیں جن کو ہمیں سال بھر یاد رکھنا چاہئے۔ خوشی کس بات کی ہے؟ قربانیاں قبول ہونے کی علامتیں کیا ہیں؟ ہر شخص کہہ سکتا ہے میری قربانی قبول ہوئی۔ قرآن کریم نے اس کی ایک مثال ہمارے سامنے رکھی ہے کہ آدم کے دو بیٹے تھے ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی۔ جس کی قبول نہیں ہوئی تھی اس کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے فیصلہ کیا کہ جس کی قربانی خدا نے قبول کی ہے میں اسے قتل کر دوں گا۔ یہ کون ہوتا ہے مجھ سے بہتر ہونے کا دعویٰ کرنے والا۔ اس غصے میں اس نے جب قتل کا ارادہ کیا تو جس کی قربانی قبول ہوئی تھی اس نے کہا میں تم پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا میرا خدا ہے جو تمہیں سزا دے گا۔ اس نے میری قربانی قبول فرمائی تھی میں کسی پہلو سے بھی اس کی ناراضگی کا خطرہ مول نہیں لے سکتا اس لئے تم چاہتے ہو تو مجھے قتل کر دو مگر میں قتل نہیں کروں گا۔

اس واقعہ میں یہ مضمون سکھلا دیا گیا کہ کون لوگ ہوتے ہیں جن کی قربانیاں قبول ہوتی ہیں اور کون ہوتے ہیں جن کی قربانیاں رد کی جاتی ہیں۔ وہ شخص جس کو اپنی قربانی قبول نہ ہونے پر غصہ تھا اس نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ اس لائق نہیں تھا کہ اس کی قربانی قبول ہوتی مگر قربانیاں دونوں نے پیش کی تھیں۔ اگر قربانی پیش نہ کی جاتی تو قرآن کریم کا وہ مضمون بے معنی ہو جاتا ہے جو بیان فرمایا گیا۔ ظاہر بات ہے کہ دونوں نے قربانیاں پیش کیں۔ ایک کی قبول ہوئی ہے اور ایک کی قبول نہیں ہوئی۔ اگلا سوال یہ ہے کہ جن کی قبول ہوئی تھی اس کو تو اندرونی طور پر پتہ چل گیا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی تسکین اسے حاصل ہوئی۔ طمانیت نصیب ہوئی' اسے معلوم ہوا کہ میں ایک نئے عظیم دور میں داخل ہو گیا ہوں لیکن جس کی قبول نہیں ہوئی تھی اس کو کیسے پتہ چلا کہ اس میرے بھائی کی تو قبول ہو گئی ہے اور میری نہیں ہوئی۔

بائبل جس رنگ میں مضمون کو بیان کرتی ہے وہ ایک بچگانہ سی بات ہے جیسے کہا جائے کہ کسی نے سوختنی قربانی کی۔ کسی کو آگ کھا گئی اور کسی کو نہ کھا گئی۔ یہ مضمون نہیں ہے۔ آگ کا سوختنی قربانی کا جو واقعہ ہے اس کا تعلق نفس کے جل جانے سے ہے اور دنیوی تمناؤں کے جل جانے سے ہے۔ پس جس کی قربانیاں قبول ہوتی ہیں اس کے اوپر ایک آگ گرتی ہے اور وہ سوختنی قربانی بنتی ہے آسمان سے ایک آگ گرتی ہے اور اس کی گندگیوں کو جلا دیتی ہے اور خاکستر کر دیتی ہے اور وہ پاک صاف ہو کر ایک نئی زندگی لے کر ایک نئے دور میں داخل ہوتا ہے اور جس پر وہ آگ نہیں گرتی وہ بدیوں میں بڑھتا رہتا ہے اور اس کی قربانیوں کے نامقبول یا مردود ہونے کی یہ نشانی ہے کہ وہ پہلے سے بڑھ کر ہوا و ہوس کا بندہ بن جاتا ہے۔

پس آدم کا وہ بیٹا جس نے یہ محسوس کیا کہ اس کی قربانی قبول ہو گئی ہے اور میری نہیں ہوئی اس نے اپنی ذات سے اپنی قربانی کے مردود ہونے کو پہچانا ہوگا۔ اس کو اس طرح معلوم ہوا ہوگا کہ وہ دن بدن گناہوں میں بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس کی ہوس کسی کنارے تک پہنچ ہی نہیں رہی اور یہ دوسرا بھائی ہے جس کے چہرے پر طمانیت لکھی گئی ہے جسے اطمینان قلب نصیب ہو چکا ہے جو ایک نئی زندگی بسر کر رہا ہے گویا جنت میں ہے۔ اس سے اس کو تکلیف پڑی ہے اور یہ بات ایسی چیز نہیں ہے جو صرف ماضی کی تاریخ کا حصہ ہو۔ یہ ایک جاری و ساری مضمون ہے ہر زمانے میں دہرایا جاتا ہے۔

آج (۔) جب احمدی خوش ہوتے ہیں کہ ہماری قربانیاں قبول ہوئیں تو دیکھیں' جن کی قبول نہیں ہوئیں ان کو کتنا غصہ آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم تمہیں قتل کریں گے ہم تمہیں ماریں گے۔ تم ہوتے کون ہو خوشیاں منانے والے۔ کوئی فرق ہے جو ان کو محسوس ہو رہا ہے۔ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی قربانیوں کے نتیجے میں اللہ کے بے شمار فضل نازل ہو رہے ہیں جو ہم پر نہیں ہیں۔ ہم اسی طرح کی بیہودہ زندگی میں مبتلا' اسی قسم کی ضلالتوں میں ہمیشہ منہمک اور دن بدن ہمارے جرائم بڑھتے جا رہے ہیں' ہماری قوم پھٹ رہی ہے' ہمارے دل پھٹ رہے ہیں' ہم گناہوں میں پہلے سے بڑھ کر ملوث ہو رہے ہیں۔ پہلے سے بڑھ کر جھوٹ بولنے لگ گئے ہیں' پہلے سے بڑھ کر عبادتوں سے منحرف ہو رہے ہیں۔ وہ دور سوچیں جبکہ ضیاء الحق صاحب نے اعلان کیا تھا کہ عبادتیں میں فرض کرتا ہوں۔ خدا کا فرض نہیں مانتے تو میرا فرض تو مانو گے اور ڈنڈے کے زور سے عبادتیں قائم کرنے کا نظام قائم کیا گیا تھا۔ اور جمعہ کی اہمیت پر تو اتنا زور تھا کہ گویا سوال ہی کوئی نہیں تھا کہ کوئی جمعہ چھوڑ کر کسی اور طرف متوجہ ہو جائے۔ چند دن کے قصے تھے۔ نمرود کی بادشاہیوں کو بقا نہیں ہوا کرتی۔ اللہ ہی کے حکم ہیں جو دل قبول کر لیں ان پر ہی چلتے ہیں۔ اس کی فرمانروائی ان دلوں پر ہے جو سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ باقی دلوں پر وہ زبردستی فرمانروائی نہیں کرتا۔ پس اب دیکھ لیں جمعے کی بجائے اب جمعہ بازار شروع ہو گئے ہیں اور جمعے کے دن نئے نئے قصبوں

میں جمعہ بازار کا سلسلہ جاری ہو چکا ہے۔ جمعے کو چھوڑ کر لوگ بازاروں میں چلے جاتے ہیں اور سارا دن وہاں میلے لگاتے اور ہر قسم کی بے ہودگیاں وہاں ہوتیں' کنچنیاں ناچتیں' ہیجڑوں کے گانے ہوتے اور ہیجڑے اپنے کرتب دکھاتے اور بہت مزہ اڑاتے ہیں لوگ۔ کہتے ہیں واہ واہ یہ ہے جمعہ۔ چھٹی کا دن۔ اس طرح جمعہ منانا چاہئے۔ تو یہ عید نہیں ہے۔ جمعہ بھی تو ایک عید ہے۔

لیکن عید وہ ہے جو قربانیوں کے قبول ہونے کے نشان لے کر آتی ہے اور قربانیوں کے قبول ہونے کے نتیجے میں دلوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے' ایک عظیم تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور طمانیت نصیب ہوتی ہے اور دنیا کی ادنیٰ لذتوں سے پھر جاتے اور پھیرے جاتے ہیں اور اعلیٰ لذات کے لئے انسان میں صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں نئے ذوق عطا ہوتے ہیں۔ یہ وہ قربانیوں کی عید ہے۔ جس کا عید الفطر سے بھی تعلق ہے ان معنوں میں کہ یہاں ذاتی قربانیاں اس عید پر منتج ہوئیں اور عید الاضحیہ میں عظیم قومی قربانیاں مضمون ہیں اس عید کا۔ لیکن وہ قربانیاں آج سے بہت پہلے عظیم تر انسانوں نے جو ہمارے تصور سے بھی بلند تر اور عظیم تر ہیں' انہوں نے پیش کیں اور وہ مقبول ہوئیں اور ان کی قبولیت کا ایک اور نشان ظاہر ہوا اور وہ نشان یہ ظاہر ہوا کہ مقبول قربانیاں زمانے میں پیچھے نہیں رہا کرتیں بلکہ آگے بڑھ جاتی ہیں۔ وہ ماضی کی یادیں نہیں بنتیں' بلکہ مستقبل کی حقیقتوں میں تبدیل ہو جایا کرتی ہیں۔

پس دیکھیں ان قربانیوں کے نتیجے میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا عظیم دور شروع ہوا ہے جس نے ان پرانی قربانیوں کو جو عظیم کہلاتی ہیں ماند کر دیا اور عظیم تر فدیہ کی صورت میں محمد رسول اللہ اور آپ کے ساتھیوں نے قربانیاں پیش کیں۔ پس قربانیوں کے ساتھ عید الاضحیہ کا بھی تعلق ہے اور زیادہ تعلق ہے ان معنوں میں کہ عظیم تر بزرگوں نے عظیم تر اولین نے وہ قربانیاں پیش کی تھیں۔ **مگر عید الفطر کی قربانیاں ہر شخص سے تعلق رکھتی ہیں ہر شخص کے وجود سے تعلق رکھتی ہیں گویا یہ قربانیاں اسے ان عظیم قربانیوں کی طرف تیار کر کے لے جاتی ہیں اور زندگی بھر میں ایک دفعہ بھی اگر وہ تیار ہو کر اس بڑی قربانی کی طرف جائے گا تو اس کی ساری زندگی کی مرادیں پوری ہو جائیں گی۔** پس یہ چھوٹی عیدیں اس بڑی عید کی تیاری کے دن ہیں اور یہ رمضان کا مہینہ ہر شخص کو ان قربانیوں کے مزے چکھاتا ہے یعنی ان قربانیوں کی لذتوں سے آشنا کراتا ہے۔ ذاتی تعارف کرواتا ہے اور چسکے ڈالتا ہے کہ یہ قربانیاں اپنی ذات میں بھی لذتیں رکھتی ہیں اور ان کے بعد پھر رضائے باری تعالیٰ کی مزید لذت عطا ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ہمیں رمضان کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیسا گزرا؟

رمضان میں جو قبولیت کی نشانیاں ہیں۔ وہ کون سی ہو سکتی ہیں کیا ہم میں وہ پائی جاتی ہیں؟ کیا ہم نے وہ حاصل کر لیں؟ رمضان میں دو طرح کی قربانیاں ہیں۔ ایک بنی نوع انسان کے دکھ محسوس کرنے کی قربانی اور ایک قرب الٰہی کی طرف پہلے سے زیادہ بڑھنے کی قربانی۔ گویا یہ رمضان خالق اور خلق کے لئے اتصال کا حکم رکھتا ہے **کوئی انسان اپنے رب کو پا نہیں سکتا جب تک کہ اس کے بندوں کے لئے پہلے سے بڑھ کر اس کے دل میں ہمدردی پیدا نہ ہو اور ان کے لئے وہ قربانیوں پر آمادہ نہ ہو۔ پس رمضان ان دونوں باتوں کی تربیت دیتا ہے** اور اس پہلو سے یہ (۔) عبادت کا ایک معراج ہے۔ اس میں تمام تر عبادتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور اپنے اعلیٰ مقاصد کے لحاظ سے سب سے زیادہ رمضان مبارک میں انسان ان قربانیوں کو دیکھتا' پہچانتا' ان میں سے گزرتا اور ان کے اعلیٰ مقاصد کے مزے چکھتا ہے۔ اس پہلو سے ہمیں دیکھنا ہے کہ کیا ہم پہلے کی نسبت بنی نوع انسان کی ہمدردی میں کچھ آگے بڑھے ہیں کہ نہیں بڑھے۔ کیا غریبوں کے حقوق کا احساس ہمارے دل میں پہلے سے بڑھ کر پیدا ہوا ہے کہ نہیں۔ کیا مریضوں اور لاچاروں اور مصیبت زدگان اور مظلوموں کے لئے ہمارے دل پہلے سے زیادہ پگھل رہے ہیں کہ نہیں۔ جن کو دنیا میں طاقتور قوموں نے مظالم کا نشانہ بنا رکھا ہے خواہ وہ کشمیر کے لوگ ہوں یا بوسنیا کے لوگ ہوں یا پاکستان کے لوگ ہوں یا ہندوستان کے دوسرے مظلوم یا بنگلہ دیش کے یا اور ملکوں کے۔ چین کے ہوں یا ویت نام کے ہوں **جہاں جہاں بھی انسانیت انسان کے مظالم تلے سسک رہی ہے ان سب کا درد پیدا کرنا رمضان کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔ ان کی تکلیف کا احساس پیدا کرنا رمضان کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔** اور عجیب بات ہے کہ اس کا دوسرا کنارہ وصل الٰہی کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ ایک طرف آپ مخلوق کی طرف حرکت کرتے ہیں اور دوسری طرف آپ خالق کی طرف حرکت کرتے ہیں اور رمضان میں یہ دونوں باتیں اپنے انتہا تک پہنچ جاتی ہیں۔ انتہا تک ان معنوں میں کہ ہم سب کی انتہا الگ الگ ہے۔ اپنی اپنی توفیق اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہر شخص رمضان میں اپنی تخلیق کے منتہٰی تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہے' اگر وہ کوشش کرے۔

پس رمضان کا مہینہ دو قسم کی برکتیں لے کر آتا ہے مخلوق کی محبت اور اس کے لئے قربانی کی تربیت۔ خالق کی محبت اور اس کے لئے قربانی کی تربیت۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہماری یہ قربانیاں قبول ہوئیں کہ نہیں۔ کیا ہم آج اس عید الفطر کو جیسا کہ حق ہے' منانے کا حق رکھتے ہیں کہ نہیں۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی ہم میں سے اکثر نے رمضان میں پہلے سے بڑھ کر کی ہو گی اور عید الفطر پر میں نے خصوصیت سے اسی لئے جماعت کو پیغام دیا تھا یہ یاد کرانے کے لئے کہ رمضان میں تم نے کیا سیکھا ہے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ عید والے دن اپنے غریب بھائیوں کو نہ بھول جانا ورنہ یہ نہ ہو کہ جو کچھ تم نے مہینہ بھر کمایا مہینہ ختم ہوتے ہی وہ سب کچھ بھلا دیا اور وہ سب فیض ہاتھ سے جاتا رہا۔ پس عید کے دن اپنے ماحول کو چھوڑ کر جو آرام کا ماحول ہے جو سکون اور طمانیت کا ماحول ہے۔ ایسے ماحول کی طرف حرکت کرنا جس میں دکھ پلتے ہوں اور وقتی طور پر ہی سہی نہ صرف یہ کہ اپنے آرام ان کی طرف منتقل کرنا بلکہ ان کے دکھ اپنے سینے سے لگا لینا۔

یہ پیغام تھا جو عید الفطر کے موقعہ پر میں نے تمام دنیا کی جماعتوں کو دیا اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ کے فضل کے ساتھ یہ جماعت جو اللہ نے مجھے عطا کی ہے جو حضرت مسیح موعود (۔) اور گزشتہ خلفاء کی محنت کے پالے ہوئے پودے ہیں (۔) یہ وہ جماعت ہے **جس کی انگلیوں میں انقلاب کے تار الجھے ہوئے ہیں جس نے تمام دنیا میں عظیم انقلاب برپا کرنے ہیں۔ یہ بے وفاؤں کی جماعت نہیں ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ کبھی ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے کسی نیک کام کی طرف اس جماعت کو بلایا ہو اور میری توقعات سے بڑھ بڑھ کر انہوں نے اس نیک کام میں آگے بڑھنے کے لئے لبیک نہ کہا ہو۔** کہیں اگر غفلت سے کچھ شکوے پیدا ہوئے تو جماعت سے نہیں تھے منتظمین سے تھے۔ بعض دفعہ منتظمین نے پیغام کو آگے صحیح پہنچایا نہیں۔ اس کے نتیجے میں غفلت ہوئی ہے لیکن جماعت کی حیثیت سے میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ متقیوں کی جماعت ہے۔ اور ہر نیک کام پر بڑی حیرت انگیز وفا کے ساتھ اور حیرت انگیز قربانیوں کی روح کے ساتھ نیک کاموں پر لبیک کہنے والی ہے۔

پس اس پہلو سے مجھے یقین ہے کہ عید الفطر بھی ہر جگہ اسی طرح منائی گئی ہو گی اور جماعت نے اپنے مظلوم بھائیوں اور کمزور بھائیوں اور محروم بھائیوں کے لئے حتی المقدور کوشش کی ہو گی۔ لیکن یہ بات اس ایک دن سے تعلق نہیں رکھتی۔ اس کا تعلق اس عید الفطر کے مضمون سے ہے جس پر میں نے آغاز میں روشنی ڈالی تھی۔ میں نے آپ کو سمجھایا تھا کہ عید الفطر ایک فطر کا پیغام لے کر آئی ہے۔ ایک فطر کے زمانے کا پہلا دن ہے اور فطر کا زمانہ ان معنوں میں کہ خدا نے ہماری قربانیوں کو قبول فرمایا اور ہمارے لئے ایک خوشی کا دن دکھایا ایسا خوشی کا دن کہ جب ہمارے حلال بھی (جو ہم اس کے حلال کو استعمال کرتے ہیں) خدا کے حضور ایسے جائز کہلائیں گے کہ وہ بھی خدا کی رضا جوئی کا ذریعہ بن جائیں گے جیسا کہ ہم نے ان حلالوں کو خدا کی خاطر ترک کر کے خدا کی رضا کمائی تھی۔

یہ ہے وہ فطر کا دور جس میں ہم داخل ہو رہے ہیں اور اس کا ایک دن سے تعلق نہیں ہے ان تمام مہینوں سے تعلق ہے جو اگلے رمضان تک آنے والے ہیں اور فطر کے یہ معنے میں پورے یقین اور وثوق کے ساتھ آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں جس میں خوشی کا پیغام یہ

ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر روزے کے بعد تمہارے فطر کے دور کو بھی قربانیوں کے دور میں شامل فرمالیا تھا اگر تم ان قربانیوں کی روح کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور زندہ رکھتے ہوئے اپنے بقیہ دن صرف کرو گے تو تم ایسے فطر کے دور میں داخل ہو گے جہاں تمہارا فطر بھی اللہ کے حضور روزوں کے مرتبہ کو پہنچا ہو گا اور اسی طرح تمہیں وہ جزا دیتا رہے گا۔

پس اس پہلو سے رمضان کے سیکھے ہوئے سبق جو عید کے دن ہم دہرا رہے تھے ان کو آگے بڑھانا ہے اور سارے مہینوں میں جو آنے والے مہینے ہیں ان تمام مہینوں کے تمام دنوں اور تمام راتوں میں جہاں تک ممکن ہو ہمیں ان باتوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بنی نوع انسان سے جو ہمارا تعلق رمضان نے باندھا ہے جس کا مظاہرہ ہم نے عید کے دن جشن مناتے ہوئے کیا اور قربانیوں کے قبول ہونے کی علامت یہ ظاہر کی کہ وہ نیکیاں ہمارے وجود کا حصہ بن گئی ہیں ہمارے ساتھ زندہ رہنے والی نیکیاں ہیں۔ ایسی نیکیاں ہیں جو ہم سے زندہ ہیں ہم جن سے زندہ ہیں اور اس طرح ایک نئی روحانی زندگی کے دور میں داخل ہو رہے ہیں اس نئے دور میں اپنے ان سیکھے ہوئے اسباق کو بھلا نہ دینا۔ اور یہ عید فطر جس طرح میں آپ کو سمجھا رہا ہوں یہ ہماری ہر روز کی عید بن جانی چاہیئے۔

اس کے بعد دوسرا مضمون عبادت کا تھا۔ میں نے بتایا ہے کہ رمضان میں ایک طرف بنی نوع انسان سے تعلق جوڑنے کا بہت ہی عظیم الشان سبق سکھایا گیا اور اس طرح سکھایا گیا کہ ان کے دکھوں کے نمونے تمہارے دلوں میں اتارے گئے۔ اور بتایا گیا کہ دکھ کس کو کہتے ہیں۔ اس طرح بے آرامیاں پہنچتی ہیں' اس طرح تکلیف ہوتی ہے' اس طرح پیاس کی شدت سے انسان بے چین ہوتے ہیں' اس طرح بھوک کی شدت سے لوگ بے تاب ہو جایا کرتے ہیں ان باتوں کو یاد رکھو اور اپنے بھائیوں کے دکھوں میں بھی شریک ہو اور اپنی خوشیوں میں بھی ان کو شریک کرو۔ دوسرا پہلو تھا خدا کی خاطر بے آرامی قبول کرنا۔ **لیکن اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک اہم سبق ہمیں سکھایا ہے۔ فرماتا ہے کہ خدا تمہاری بے آرامیوں سے خوش نہیں ہوتا۔ اس لئے بے آرامی مقصد نہیں ہے بلکہ رضائے باری تعالیٰ مقصد ہے۔** اس بے آرامی کے نتیجے میں اگر تم عبادتوں میں انہماک کرو گے اور اس وقت کو خدا تعالیٰ کی رضا جوئی پر خرچ کرو گے تو یہ وہ مقصد ہے جس کی راہ میں اتفاقاً یہ بے آرامیاں پڑتی ہیں جیسے ہر بلند تر منزل کی راہ میں کچھ دقتیں پیش آتی ہیں۔ کچھ محنت کرنی پڑتی ہے اور اس کے بغیر بلند تر منازل طے نہیں ہوتیں۔ کوئی نہیں ہے جو یہ کہہ سکے کہ یہ تکلیفیں مقصد ہیں اگر تکلیفیں مقصد ہوں تو انسان اوپر نیچے دوڑتا پھرے اور مشقت میں مبتلا ہو اس کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری بے آرامی مقصد نہیں ہے اللہ تعالیٰ تمہاری بے آرامی سے خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ وہ مجبوریاں ہیں جن مجبوریوں کے رستے سے تمہیں میرے تک پہنچنے کے لئے گزرنا پڑ رہا ہے۔ اور چونکہ یہ تمہاری مجبوریاں ہیں اور مقصد نہیں ہے اس لئے تمہیں میرے اور بھی زیادہ قریب کر دیتی ہیں کیونکہ میری خاطر ہی اس مصیبت کے رستے سے تم گزرنا ہی چاہتے ہو تمہیں گزرنا پڑے گا ہی۔ اسی مضمون کو قرآن کریم یوں بیان فرماتا ہے (-) (سورۃ الانشقاق آیت: 7)

اے انسان تجھے خدا سے ملاقات کے لئے لازماً مشکل رستوں سے گزرنا ہو گا۔ ان راہوں کی تلخیاں برداشت کرنی ہوں گی مگر مراد یہ ہے کہ تو اس سے ملاقات کر لے۔ اس کی لقاء حاصل کر لے (-) پس خوشخبری ہو کہ تو ضرور خدا سے ملنے والا ہے۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہم خدا سے ملے ہیں۔ کیا وہ دقتیں جو اس راہ میں ہم نے برداشت کیں' **کیا وہ مشقتیں جو ہم نے اس رستے میں جھیلیں ان مشقتوں کے بعد حصول منزل کا لطف بھی پایا کہ نہیں پایا۔ یہ وہ پہلو ہے جس کو خصوصیت سے پیش نظر رکھنا چاہئے اور اپنے دلوں کو ٹٹولنا چاہیئے کیونکہ سچی عید ملاقات کی عید ہے۔**

اگر انسان رمضان کے تجارب سے گزرتا ہوا پہلے سے بڑھ کر یہ محسوس کرتا ہے کہ میں اپنے رب کا قرب حاصل کر رہا ہوں اور قرب حاصل کرنے کا احساس اسے لذت عطا کرتا ہے تو یہ ایک امن اور سکون کی علامت ہے لیکن ابھی یہ علامت یقینی نہیں ہوئی۔ امن اور سکون کی یہ علامت اپنی اندرونی نسبت سے ہے۔ بسا اوقات انسان ایک غلط رستے پر کوشش کر کے بھی اس قسم کے سکون پا لیتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں نے اپنے مقصد کو پالیا مگر اس کی ایک دوسری طرف بھی تو ہے اور وہ دوسری طرف خدا کا کوئی گزرا ہوا تصور نہیں ہے جو گزشتہ زمانوں میں رہ گیا ہے۔ ایک زندہ خدا کا تصور ہے جس کا وعدہ ہے (-) اے انسان تو ضرور اسے پالے گا۔ تو نے اس تک پہنچنا ہی پہنچنا ہے اگر تو اس کی خاطر یہ دقتیں برداشت کر رہا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ ہم نے اس طرف سے بھی کوئی علامتیں دیکھیں یا اس کے پیار کے بھی کچھ اظہار ایسے ہوئے جس سے ہمیں سکون نصیب ہو کہ ہاں ادھر وہاں تک ہماری قربانیاں پہنچی ہیں۔ اس کے لئے بعض دفعہ انسان سمجھتے ہیں کہ رویا اور کشوف ہی ایک علامت ہیں بعض دفعہ انسان الہام کی طرف نظر کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ الہام کے بغیر رضائے باری تعالیٰ کی علامت پیدا نہیں ہوتی یقین نہیں ملتا۔ لیکن جہاں تک عارف باللہ بزرگوں کا تعلق ہے وہ اس خواہش سے منع فرماتے ہیں کہ تم الہام یا کشوف کی خواہش کرو۔ اس کے بغیر بھی کوئی علامتیں ہونی چاہئیں اور وہ علامتیں ایسی ہیں جو انسان کے وجود کا حصہ بنتی ہیں۔ جو جس کو پاتا ہے اس کے تعلق میں سے کچھ علامتیں ہیں جو خود بخود اس کی ذات میں ظاہر اور روشن ہو جاتی ہیں۔ وہ بلب جو ایک بے جان بلب ہے اس کا تعلق آپ برقی رو سے جوڑتے ہیں تو خواہ برق کی طرف سے یہ آواز آئے نہ آئے کہ دیکھو میں نے اس وجود کو روشن کر دیا ہے وہ وجود خود اپنی روشنی کی علامتیں اپنے اندر پیدا کرتا ہے اور برق کے تعلق کو اس کی روشنی ظاہر کرتی ہے۔ پس اس پہلو سے انسان کے اندر ملاقات کی کچھ علامتیں پیدا ہونی چاہئیں۔ بدلوگوں میں پھرتے ہو تو بدلوگوں کی علامتیں تمہارے اندر پیدا ہو جاتی ہیں کوئلے کی دلالی کرتے ہو تو منہ کالا کرنا ہی کرنا ہے اور منہ کالا ہونا ہی ہونا ہے۔ لیکن جب عطر کی دکان پہ ملازمت کرتے ہو یا تمہاری خود اپنی عطر کی دکان ہو تو خوشبوئیں تمہاری دکان ہی سے نہیں تمہارے بدن سے بھی اٹھتی ہیں۔ نکل کر کہیں جاتے ہو' تو لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو یہ خوشبو والا کسی خوشبو والے مسکن یا مولد سے نکل کے آیا ہے جہاں خوشبوئیں بنائی جا رہی ہیں یا خوشبوئیں رکھی جا رہی ہیں۔

پس خدا کا تعلق کوئی ایسا کمزور تعلق تو نہیں ہے کہ خوشبوئیں تو تمہارے بدن میں رچ جائیں بدبوئیں بھی تمہارے بدن میں رچ جائیں مگر اللہ کا تعلق تمہارے اندر رچ نہ سکے اور بس نہ سکے۔ یہ بالکل جھوٹا خیال ہے۔ پس خوابیں اور رویا اور کشوف بھی آتے ہیں اور جنہیں چاہتا ہے اللہ ان کا مورد بنا دیتا ہے اور بعض دفعہ اس لئے نہیں بناتا کہ اس شخص کی فطرت میں کمزوری پائی جاتی ہے۔ بعض دفعہ یہ خطرہ ہوتا ہے کہ چند رویا کے نتیجہ میں اس کا دماغ ہی نہ پھر جائے اور وہ اسے ہضم نہ کر سکے تو

ع

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

ہر شخص کے ظرف کے مطابق اس کو عطا ہوتا ہے۔ مگر عطا ضرور ہوتا ہے۔ کس رنگ میں ہوتا ہے کیا عطا کیا جاتا ہے یہ اللہ کی مرضی ہے اسی پر اس بات کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ وہ جانتا ہے کہ کون کس عطا کے لائق ہے لیکن خواہ سچی رویا ہوں یا کشوف ہوں یا الہام ہوں قرب الٰہی اصل بات ہے۔ کشوف اور رویا اور الہام اپنی ذات میں اہمیت نہیں رکھتے قرب الٰہی کی علامتوں کے طور پر یہ اہمیت رکھتے ہیں اور قرب الٰہی ان باتوں کے بغیر بھی انسان کو نصیب ہو جاتا ہے اور اس کی علامتیں لوگوں کو بھی دکھائی دینے لگتی ہیں۔ اگر وہ علامتیں لوگوں کو دکھائی نہ دیں تو آدم کے روبیوں کی کہانی باطل ہو جاتی ہے اور بے معنی ہو جاتی ہے اور قرآن کریم کبھی ایسی باطل اور بے معنی کہانی کو ہمیشہ کی زندگی عطا نہ کرتا۔

پس یاد رکھو کہ یہ وہ علامتیں ہیں جو صرف تمہیں نہیں بلکہ ماحول کو دکھائی دینے لگتی ہیں تمہارے دشمنوں کو نظر آنے لگتی ہیں وہ جو محروم ہیں وہ بھی دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ ایک مختلف قسم کی علامت ہے جو اس شخص میں پہلے نہیں تھی یہ کسی بزرگ کے تعلق کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے۔ کسی عالی شان ذات کے پاس اس کا آنا جانا ہے۔ پس جس طرح مصاحبین کی ادائیں بدل جاتی ہیں جو بادشاہوں کی کورٹس میں' ان کے درباروں میں آنے جانے والے ہوں' ان کے چلنے کے انداز اور ہوتے ہیں اور وہ جو ان سے محروم

ہوں ان کے چلنے کے انداز اور ہوتے ہیں۔ بادشاہوں کے دربار نہ سہی پٹواری کے دروازے تک بھی جس کو رسائی ہو اس کے چلنے کے انداز گاؤں میں بدل جاتے ہیں۔ وہ گاؤں کی زمینوں کا مالک اپنے آپ کو سمجھنے لگتا ہے اور وہ زمینیں جو اس کی نہیں ہیں ان کا بھی مالک بن بیٹھتا ہے۔ اور ملکیتیں تبدیل کروانے کی کاروائیاں کرواتا ہے۔ ایک بے چارے غریب کی زمین جو کمزور ہے اور طاقت سے محروم ہے وہ اپنے پٹواری کی دوستی کے بل بوتے پر ایک امیر اور طاقتور سے پیسے کھا کر اس کے نام منتقل کروا دیتا ہے اور وہ اور اس کی نسلیں پیٹتی رہ جاتی ہیں۔ بعض ایسے مقدمے چلتے ہیں جو کئی نسلوں تک جاری رہتے ہیں۔ مگر یہ وہی بات کہ جس کے پاس بیٹھتے ہو اس کی علامت تم میں ظاہر ہوتی ہے۔ جو رشوت خور لوگ ہیں ان کے دلال ہوتے ہیں ان کے چہرے دیکھیں' ایسے منحوس کہ دیکھ کر کراہت آتی ہے۔ کسی کو بتانا تو نہیں پڑتا کہ یہ بدوں کے پاس بیٹھنے والا انسان ہے۔ تو نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے والے بھی نیکوں کی علامتیں پا جاتے ہیں اور جن کی قربانیاں خدا کے حضور مقبول ہوں ان کے تو رنگ بدل جاتے ہیں۔ ان کی بات کے انداز بالکل اور ہو جاتے ہیں۔ ان کی باتوں کے انداز میں وہ شوخیاں نہیں پائی جاتیں جو دنیا کی بڑائیوں سے تعلق میں پیدا ہوتی ہیں۔ دنیا کے بڑے لوگوں سے تعلق پیدا ہو تو چھوٹا پن بڑائی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور اس کا نام اللہ تعالیٰ نے تکبر رکھا ہے۔ پس وہ بڑائی جو تمہاری ذات کو پھلا دے اور تم اپنے آپ کو پہلے سے بڑا سمجھنے لگ جاؤ وہ بڑائی بڑائی نہیں وہ چھوٹا پن ہے اور سفلہ پن ہے اور کمینگی ہے۔ اور خدا کے تعلق کے نتیجے میں یہ کبھی پیدا نہیں ہوتی۔

خدا کے تعلق کے نتیجے میں تم بظاہر چھوٹے ہو رہے ہوتے ہو اور دنیا تمہیں بڑا دیکھتی ہے تم چھوٹے ہو رہے ہوتے ہو مگر خدا تمہیں بڑا دیکھ رہا ہوتا ہے۔ پس یہ ایک نمایاں فرق ہے دنیا کے تعلق اور اللہ کے تعلق میں۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ رمضان ہمیں یہ آداب سکھلا گیا ہے کہ نہیں سکھلا گیا؟ کیا ہماری ذات میں وہ عجز پیدا ہوا ہے کہ نہیں جو تعلق باللہ کی خاص نشانی ہے۔ انسان اپنے آپ کو ہمیشہ پہلے سے چھوٹا دیکھنے لگتا ہے۔ وہ پھولے ہوئے خیالات' وہ ہوائیں جو اس نے اپنی انا کے گرد تعمیر کی ہوئی ہوتی ہیں جیسے غبارہ پھٹ رہا ہو اور اس کی ہوا نکل رہی ہو اس طرح رفتہ رفتہ خدا کے تعلق کے نتیجے میں انسان کے تکبر کا غبارہ پھٹنے لگتا ہے یا اس میں سوراخ ہو جاتے ہیں اور وہ رفتہ رفتہ چھوٹا ہو رہا ہوتا ہے اور یہ انکسار ہے جو قوموں کو ڈراتا ہے اور ان میں ہیبت پیدا کرتا ہے کیونکہ یہ اور قسم کا انکسار ہے۔ یہ وہ انکسار نہیں ہے جس کے نتیجے میں قومیں جرأت کر کے تمہیں پاؤں تلے مسلیں وہ اس خوف سے مسلنے کی کوشش کرتی ہیں کہ یہ بڑے لوگ بننے والے ہیں۔ ان میں باقی رہنے کی صلاحیتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان میں غالب آنے کی صلاحیتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ یہ وہ تعلق باللہ کی علامت ہے جو حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے حواریوں میں پیدا ہوئی جو بالکل مسکین اور بے شر کے لوگ تھے۔ ان کا پروگرام نہایت ہی عاجزانہ تھا تعلیم ایسی تھی کہ ایک گال پہ کوئی تھپڑ مارے تو دوسرا بھی پیش کر دو اور وہ لوگ جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے وہ مسیح کے دربار میں پہنچ کر تو چھوٹے ہو گئے اور مسیح بھی چھوٹا ہونے لگا یہاں تک کہ اس نے کہا کہ مجھے بھی نیک نہ کہو ہرگز نیک نہ کہو وہ ایک ہی ہے جو نیک ہے جو آسمان پر ہے اور کوئی نیک نہیں۔ ایسی حالت میں ان کو بڑائی کی کچھ علامتیں عطا ہوئی ہیں وہ اپنے آپ کو چھوٹا دیکھتے تھے تو دنیا ان کو بڑا دیکھنے لگی اور ان کو حقیر سمجھ کر پاؤں تلے نہیں روند رہی تھی۔ اس وجہ سے روند رہی تھی کہ ان کے اندر آئندہ غالب آنے کی علامتیں پائی جاتی ہیں ان کے اندر ایسی عظیم قوت کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں جس کو اگر توڑ نہ کیا گیا تو یہ ہمیں کھا جائیں گے ورنہ ہر چھوٹے غریب مسکین آدمی کو کون پاؤں تلے روندا کرتا ہے بہت ہی کوئی پاگل اور ذلیل انسان ہو تو ایسا کرتا ہے۔ اگر کرے تو ساری دنیا اس پر لعنتیں ڈالتی ہیں تف کرتی ہے اس بے چارے کا کیا قصور' یہ تو سڑک کے کنارے بیٹھا ہوا ہے' اس کے تو کشکول میں کچھ نہیں تھا اس کو کیوں تم نے ٹھڈا مارا۔ اس غریب سے کیوں ذلت اور رسوائی کا سلوک کیا۔ تمہارا کیا لیتا تھا۔ مگر مسیح کے حواریوں نے تو جو اپنے کشکول تھے خود خالی کر دیئے تھے ان کے پیچھے دنیا کیوں پڑی۔ اس لئے کہ قرب الٰہی کی علامتیں ان میں ظاہر ہوئی تھیں۔ اس لئے کہ ان علامتوں نے ان کے اندر ایک ایسا عجز پیدا کر دیا تھا جس عجز میں آئندہ کی برتری لوگوں نے دیکھنی شروع کر دی۔ جس عجز میں غلبے کے آثار دنیا کو دکھائی دینے لگے اس غلبے کے خوف سے ان کو روندنے کی کوشش کی گئی ہے۔ نہ کہ حقیر اور ذلیل سمجھ کر۔

یہی وہ تاریخ ہے جو آج پاکستان میں دہرائی جا رہی ہے یہی وہ تاریخ ہے جو دنیا کے ہر اس ملک میں دہرائی جائے گی جہاں جماعت تعلق باللہ کے نتیجے میں چھوٹی ہو گی اور دنیا کو بڑی ہو کر دکھائی دینے لگے گی۔ پس کیا یہ رمضان تمہیں عجز عطا کر گیا ہے جو اپنی نفسانیت کو خاکستر کر دیتا ہے؟ کیا اس رمضان میں تمہاری قربانیوں کو سوختنی بنایا گیا ہے کہ نہیں؟ کیا آدم کے بیٹے کی طرح تم پر آسمان سے وہ آگ نازل ہوئی ہے کہ نہیں جس نے تمہارے نفس کو جلا کر خاکستر کر دیا ہے اور تمہاری قربانیوں کے قبول ہونے کی علامت بن کر تم پر اتری ہے؟ اگر ایسا ہوا ہے تو مبارک ہو کہ تم عید الفطر کے ایک دن میں نہیں عید الفطر کے ایک ایسے دور میں داخل ہوئے ہو جو کبھی ختم ہونے والا دور نہیں۔ ہر رمضان اس کے بعد ایک مزید اعلیٰ عید فطر کا دور تمہارے لئے لے کے آئے گا۔ اور موت کے آخری دن تک اور آخری سانس تک یہ عید فطر تمہارا ساتھ نہیں چھوڑے گی یہ تمہارے اولین کی عید بھی بن جائے گی اور آخرین کی عید بھی بن جائے گی۔ لیکن حقیقی عید ہو گی جو رضائے باری تعالیٰ کی عید ہو گی ورنہ تو پھر محض اچھے کپڑے پہننا اور رنگ برنگ کے جوڑے سلوانا اور طرح طرح کے کھانے کھانا اور خوشی میں شادیانے بجانا وغیرہ وغیرہ یہ عیدیں رہ جائیں گی جن کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔

پس اپنی عید الفطر کی حفاظت کرو۔ اسے اپنے وجود میں نافذ کر دو اپنے وجود کا اٹوٹ انگ بنا دو۔ ایسا حصہ بنا دو جو ٹوٹ کر اس سے الگ نہ ہو سکتا ہو یہ کرو تو عروہ وثقی پہ تمہارا ہاتھ جا پڑے گا۔ تعلق باللہ کے اس کڑے پر تمہارا پنجہ پڑ جائے گا جس کے مقدر میں ٹوٹنا نہیں ہے۔ جس کے مقدر میں پھر الگ ہونا نہیں ہے۔ تو خدا کرے کہ ہم عید کے ان پیغامات کو سمجھیں اس کے فلسفے کی گہرائی میں اتریں۔ اپنے وجود میں اسے اتارنے کی کوشش کریں اور بڑے انصاف اور تقویٰ کے ساتھ اپنے نفس پر رحم کرتے ہوئے نہیں بلکہ بے رحمی کے ساتھ تنقید کریں اور جائزہ لیں کہ ہم نے کیا پایا اور کیا کھویا ہے۔ اور جو پایا ہے اس کی حفاظت کے کچھ سامان کئے ہیں کہ نہیں کئے۔ اگر یہ شعور ساری جماعت میں بیدار ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہماری عید حقیقی اور دائمی بن جائے گی پس خدا کرے ایسا ہی ہو۔

لیکن آخر پر کچھ پیغامات پڑھنے سے پہلے میں آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ یہ جو زندگی ہے ایسے مزے کی زندگی ہے کہ اس زندگی سے محض خود چمٹ رہنا اور دوسروں کو دعوت نہ دینا بڑا ظلم ہو گا اور بڑی سفاکی ہو گی۔ جماعت جس عیش کے دور میں داخل ہوئی ہے بے چاری دنیا کو تصور بھی نہیں کہ وہ ہے کیا! رمضان لوگوں کے لئے بڑی مشقتیں لے کے آیا تھا۔ ہماری ہر مشقت رحمت میں تبدیل ہو رہی ہے ہماری ہر تکلیف لطف بن رہی ہے چھوٹے چھوٹے بچے بھی روزانہ درس دیکھتے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ بظاہر ان کو سمجھ نہیں آنی چاہئے مگر پھر بھی لگتا تھا سمجھ رہے ہیں اور بڑے صبر کے ساتھ مسلسل' بعض بچے میں نے دیکھا ہماری (بیت الذکر) میں سامنے' ایک فرانسیسی بہت ہی مخلص خاتون ہیں

منصورہ ان کے بچے درس کے آغاز میں آکے بیٹھتے تھے آخر تک بیٹھے رہتے تھے لیکن توجہ سے سنتے تھے حالانکہ ان کو اردو بھی پوری ٹھیک نہیں آتی۔ بہت معمولی سی آتی ہے اور انگریزی بھی پوری اچھی طرح نہیں جانتے۔ فرنچ زبان جانتے ہیں لیکن بغیر کسی آلے کے جس سے وہ فرنچ ترجمہ سن رہے ہوں بیٹھے ہوئے مسلسل دیکھ رہے ہوتے تھے لطف محسوس کرتے تھے اور کبھی میں نے ان کے چہروں پر اکتاہٹ کے آثار نہیں دیکھے تھکاوٹ کے آثار نہیں دیکھے۔ بعد میں میں نے ایک دفعہ اس بچے سے پوچھا کیوں جی کیسا رہا۔ تمہیں سمجھ آتی ہے کچھ؟ کہتا ہے کچھ تھوڑا تھوڑا میں سمجھتا ہوں۔ لیکن مزہ اٹھا رہا تھا باقاعدہ آتا رہا۔ اور چھوٹے چھوٹے بچے جن سے انسان بعض باتوں کی توقع نہیں رکھتا ان کے منہ سے نکلتی ہیں تو حیران رہ جاتا ہے۔ آفتاب خان صاحب جو ہمارے یو۔کے کے امیر ہیں ان کی شادی قاضی محمد اسلم صاحب مرحوم کی بچی سے ہوئی ہے (غالباً ان کی بیگم بھی لاہور میں اور ان کی والدہ بھی (حضرت قاضی محمد اسلم صاحب کی بیگم) وہ بھی شاید اس وقت یہ عید کا خطبہ سن رہے ہوں تو ان کو ذرا زیادہ ہی لطف آئے گا اس بچے کے ذکر میں۔) آفتاب خان صاحب کے والد ثناء اللہ خان صاحب مرحوم سے بھی میرا بڑا ذاتی تعلق تھا حالانکہ عمر کا بہت فرق تھا لیکن بہت ہی مخلص اور فدائی انسان تھے۔ آفتاب خان صاحب کا یہ نواسہ ہے جس کی میں بات کر رہا ہوں (ثناء اللہ خان صاحب مرحوم کے بیٹے کا اور قاضی صاحب کی بیٹی کا نواسہ) میں نے آپ کو جو بات سنانی تھی صرف اتنی سی تھی کہتے ہیں آخری دعا میں پورا درس سننے کے بعد جب دعا ختم ہوئی تو منہ پر ہاتھ پھیر کے کہتا ہے شاباش حضور شاباش۔ اتنا حیران ہو کے دیکھا کہ آخر اس کو اتنا پتہ تھا کہ درس ختم ہوا ہے اس کو پتہ تھا کہ ایک مہینہ اس پہ محنت ہوئی ہے تو اس بچے نے بھی اپنی طرف سے شاباش شاباش دی۔ یہی حال دنیا بھر کے بچوں کا ہے اور احمدیت جس دور میں داخل ہوئی ہے مجھے اس بات کا خصوصیت سے لطف آتا ہے کہ بچوں سے مجھے طبعی پیار ہے اور اس ٹیلی ویژن کے ذریعے اب ساری دنیا کے بچوں کو مجھ سے بھی اسی طرح پیار ہو گیا ہے اور یہ پیار ان کے اندر نیکی پیدا کر رہا ہے۔ یہ پیار ان کے دل میں بچپن ہی سے نیکیوں کی محبتیں جاگزیں کر رہا ہے۔ یہ نیکیاں ان کے وجود میں سرایت ہو رہی ہیں۔ دیکھو اگلی نسلوں کے متعلق خدا نے کیسی رحمت کے نشان دکھائے ہیں۔ میں ہمیشہ خصوصیت سے یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اے خدا ہماری آئندہ نسلوں کی طرف سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی کر۔

واجعلنا للمتقین اماما

ہمیں ایسی نسلوں کا امام بنا جو متقی ہوں۔ تو اللہ نے کس شان سے اس دعا کو پورا فرمایا ہے انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ دنیا بھر میں چین میں بھی بیٹھے یہ سن رہے تھے ان میں بھی بچے شامل تھے۔ جاپان میں بھی ایسا ہو رہا تھا اور دوسرے دنیا کے ممالک میں پھر مغرب کے کناروں تک مغربی افریقہ میں بھی ایسا ہوتا رہا اور امریکہ اور کینیڈا میں بھی ایسا ہوتا رہا۔ اس وقت بھی امریکہ اور کینیڈا اس عید کے خطبے میں شامل ہیں لیکن جو آج شام کو عید کی خوشی میں ہم ایک شعری مجلس لگا رہے ہیں عبید اللہ صاحب علیم اس میں کلام پیش کریں گے۔ اس میں وہ شامل نہیں ہو سکیں گے کیونکہ امریکن جماعت Pay Master ہے وہ اپنے پروگراموں کے پیسے خود دیتی ہے۔ اس لئے انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے جو بجٹ بنایا تھا اس میں یہ شامل نہیں اس لئے ہم مجبور ہیں بہرحال کیسٹ ان کو بعد میں بھجوا دیں گے تو یہ میں ذکر کر رہا ہوں کہ ایک عالمگیریت جو جماعت کو نصیب ہوئی ہے اس میں جو بہت ہی پیاری بات ہے وہ یہ ہے کہ اگلی نسلوں کا پہلی نسلوں سے بہت گہرا تعلق جوڑا جا رہا ہے اس سے ہمارے آئندہ کے تربیت کے مسائل آسان ہو جائیں گے۔ تو میں یہ اس طرف آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ دعا کریں کہ ہماری عید فطر جو ایک فطر کا زمانہ بننے والی ہے یہ زمانہ ہمارے زمانے تک محدود نہ رہے بلکہ ہماری اگلی نسلوں کے زمانے میں بھی منتقل ہو جائے اور وہ زمانہ در زمانہ پھر آگے اسی طرح ایک ایسی عید فطر بن جائے جو آخرین کی بھی عید ہو۔ (ہمارے مقابل پر جو آخرین آنے والے ہیں) یہ بہت ہی ضروری بات ہے جو میں آپ کو سمجھا رہا ہوں اس کو معمولی نہ سمجھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب ان کی قوم نے مطالبہ کیا کہ دعا کرو خدا سے کہ ہمارے لئے عید ہو اولین اور آخرین کے لئے۔ تو دعا ایک انذار کے ساتھ قبول کی گئی۔ تم اصرار کرتے ہو تو وہ مائدہ ہم تم پر اتاریں گے جو عید بننے والا ہے لیکن اگر تم نے ناشکری کی تو پھر عذاب بھی ایسا دیں گے جو کبھی کسی قوم کو عذاب نہ دیا گیا ہو۔ اگر پہلی عید اور بعد کی عید میں بیچ میں انقطاع ہو جائے تو بعد کی عید میں بعض نحوستیں داخل ہو سکتی ہیں۔ بعض فساد داخل ہو سکتے ہیں بعض خرابیاں جا پا سکتی ہیں۔ لیکن اگر تسلسل ہو تو اس بات کی بہتر ضمانت ہے کہ پہلی عید کی ادائیں‘ اس کی نیکیاں‘ اس کی خوبیاں‘ نسلاً بعد نسلٍ اگلی نسلوں میں منتقل ہوتی رہیں اور جو بعد میں آنے والے عید منائیں گے وہ بھی ویسی عید منا رہے ہوں جیسے ہم آج منا رہے ہیں۔ پس اپنی موجودہ عید کی حفاظت کریں۔ ان اسباق کو سیکھیں اور حرز جان بنائیں ان کو اپنے عمل میں جاری کر دیں۔ ہم ایک بہت ہی پر لطف دور میں داخل ہو چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو رمضان ہم نے ابھی منایا ہے ایسے نشے کا رمضان کبھی پہلے نہیں منایا گیا اور تمام عالم میں یہی کیفیت ہے۔ جو خط اور فون اور فیکس مل رہی ہیں ان سب سے یوں لگتا ہے جیسے ایک انسان نے مضمون سکھا کر سب کو پڑھا دیا ہے۔ حالانکہ بغیر کسی آپس کے تعلق کے‘ بغیر مشوروں کے وہ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں ایک ہی مضمون ہے کہ جو نشے کا رمضان ہم نے اب گزارا ہے اس کا نشہ اترا ہی نہیں رہا اور کبھی ہم نے پہلے ایسا لطف دیکھا نہیں تھا۔ تو آئندہ ان لطفوں کو بڑھانے کے دن آئیں گے مگر ان نصیحتوں پر عمل کرنے کے بعد‘ ان نصیحتوں پر عمل کرنے کے نتیجے میں جو میں نے آپ کے سامنے کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے۔ ہماری نیکیاں دائمی ہو جائیں اور ہمیشہ بڑھتی رہیں نشوونما پاتی رہیں اور آئندہ نسلوں کو منتقل ہوتی رہیں۔ یہی ہماری حقیقی عید ہو گی مگر غیروں کو اس نشے میں شامل کریں۔ دعوت الی اللہ میں پہلے سے بڑھ کر کام کریں کیونکہ جو نعمتیں خدا نے ہمیں عطا کی ہیں اگر ہم اپنے تک محدود رکھیں تو رمضان کا سبق بھولنے والے ہوں گے۔ رمضان میں جن محروموں کا ذکر ہے‘ جن کی تکلیفوں کو ہم نے محسوس کیا جن میں اپنی خوشیاں بانٹنے کا سبق ہم نے سیکھا ہے‘ ان میں سب سے بڑے محروم تو وہ ہیں جو (دین) کی نعمت سے اور مائدے میں شمولیت سے محروم ہیں۔ اس مائدے کی لذت سے محروم ہیں جو آسمان سے اترتا ہے۔ جسمانی کھانا تو جسمانی کھانا ہے ہی مگر جو آسمان سے اترنے والا کھانا ہے وہ دسترخوان جو خدا خود اپنے بندوں کے لئے اتارتا اور بچھاتا ہے اس دسترخوان سے جو محروم ہیں ان کا دکھ کیوں محسوس نہیں کرتے ان کو کیوں اپنے سے جوڑ کر خدا سے نہیں جوڑتے۔ ان کے لئے خدا کے راستے میں ایک وسیلہ کیوں نہیں بن جاتے۔ یہ وہ جہاد ہے جس کا نام دعوت الی اللہ کا جہاد ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس جہاد کا ایسے عظیم الشان رنگ میں آغاز فرمایا ہے کہ دنیا کی تاریخ میں ایسا جہاد دعوت الی اللہ کا آپ نہیں سنیں گے۔ اور دعوت الی اللہ کا جو محاورہ ہے یہ بھی جہاں تک میرا علم ہے قرآن کے لئے خاص ہے۔ بار بار دعوت الی اللہ کا مضمون قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بیان فرما کر اس بات کو بھی ظاہر فرماتا ہے کہ تمہارا لوگوں کو بلانا اپنی جمعیت کو بڑھانے کی خاطر نہیں ہوگا۔ کوئی بدنیت اور اس میں شامل نہ ہو۔ یہ خیال نہ ہو کہ ہم کمزور ہیں‘ ہم طاقتور بن جائیں کیونکہ طاقتور بن کر اگر تمہیں خدا کے فضل حاصل نہ ہوں تو تمہاری وہ طاقت تمہیں کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ جنگ حنین کا نقشہ یاد کرو۔ اتنی بڑی طاقت بن چکے تھے مسلمان۔ لیکن کیسی ہزیمت پہنچی اور پہنچنے والی تھی جس سے خدا نے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہیں یہی غرور ہو گیا تھا نا کہ تم زیادہ ہو گئے ہو۔ پہلے ہم تمہیں کم ہونے کے باوجود بچاتے تھے۔ ہم بچاتے تھے۔ اب پتہ لگا کہ کون بچایا کرتا تھا۔ تو تعداد کا زیادہ ہونا اس لحاظ سے تو اچھی بات ہے کہ خدا کو یاد کرنے والے‘ خدا کے رنگ قبول کرنے والے جب مومن کو

دکھائی دیتے ہیں تو اس کی آنکھیں بھی ٹھنڈی ہوتی ہیں اس کا سینہ بھی لطف سے بھر جاتا ہے۔ مگر اپنی خاطر اگر ایسا کرے گا تو اس کی دعوت الی اللہ کی ساری کوششیں بے کار جائیں گی اور اگر ان کو پھل بھی لگے گا تو اس کا ثواب اس کو نہیں پہنچے گا۔ پس دعوت الی اللہ کا مضمون سمجھیں۔ اللہ کی طرف بلانے کا نام ہے۔ نہ احمدیت کی طرف بلانے کا نام ہے نہ کسی ملک کی جماعت کی طرف بلانے کا نام ہے۔ احمدیت چونکہ اللہ کی طرف جانے کا نام ہے اس تعلق سے احمدیت کا حوالہ دینا پڑتا ہے۔ مگر اصل بات یہی ہے کہ دعوت الی اللہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلے سے‘ آپ کی راہ سے بندوں کو خدا تک پہنچانے کا نام ہے۔ بندوں کو خدا تک پہنچا دیں آپ کا کام پورا ہوا۔ اللہ جانے اور وہ جانیں۔ وہ خود ان کو سنبھال لے گا اگر وہاں نہ پہنچایا تو آپ سے نہیں سنبھالے جائیں گے۔

اسی طرح کورے کے کورے واپس لوٹ جایا کریں گے۔ جس طرح آپ نے ان کو پکڑا تھا۔ پس دعوت الی اللہ کے مضمون کو ملحوظ رکھتے ہوئے رمضان کے اسباق کے ساتھ اس تعلق کو جوڑیں اور پھر آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کتنے عظیم فضل آپ پر اور نازل فرمائے گا۔ جو گزشتہ نشے کے دن ہیں وہ لگے گا کہ عام دن تھے۔ نشہ تو اب آیا ہے۔ ایک بیداری کے بعد ایک اور بیداری نصیب ہوگی۔ ایک لذت سے آشنائی کے بعد اسی لذت سے مزید آشنائی نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ بہت مشکل کام ہیں بہت دور کے سفر ہیں‘ رضائے باری تعالیٰ سے اور دعا سے آسان ہو سکتے ہیں پس دعائیں کرتے ہوئے اس میدان میں آگے بڑھیں۔

اب میں آپ سب کو‘ دنیا بھر کی جماعتوں کو عید مبارک کا پیغام دیتا ہوں۔ اپنی طرف سے آپ سب کو جو یہاں شامل ہیں یا دنیا میں دوسری جگہ ہمیں دیکھ رہے ہیں اور ہمارے ساتھ شامل ہیں اور وہ بھی جو محروم ہیں۔ وہ بھی جو ریڈیو پر اس خطبے کو سن رہے ہیں‘ جو نہیں سن سکتے‘ وہ سب شامل ہیں ان سب کو عید مبارک ہو۔ اردو میں میں نے آپ کو عید مبارک دے دی۔

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے درج ذیل زبانوں کے بولنے والوں کو عید مبارک کا پیغام ان کی زبانوں میں پہنچایا۔ انگریزی‘ پنجابی‘ فارسی‘ عربی‘ ترکی‘ روسی‘ بنگلہ‘ گورمکھی‘ ہندی‘ فرانسیسی اور پھر فرمایا کہ سب کو اپنی اپنی زبانوں میں عید مبارک ہو۔

اس کے بعد حضور نے اسیران راہ مولیٰ کے متعلق دعا کی تحریک کرتے ہوئے پاکستان میں ہونے والے مظالم کا ذکر کیا اور انذار کرتے ہوئے فرمایا

پس اس لئے خدا کا خوف کرو اور اس عید میں ہمارے ساتھ شامل ہو جو رضائے باری تعالیٰ کی عید ہے۔ خدا کرے کہ کل عالم کو رضائے باری تعالیٰ کی عید نصیب ہو۔ اپنے مظلوم بھائیوں کو بھی میں عید مبارک پیش کرتا ہوں۔ کچھ جیلوں میں پڑے ہوئے سن رہے ہوں گے کچھ جیلوں سے باہر عارضی طور پر ضمانت میں آئے ہیں لیکن پھر بار بار کے چکر عدالتوں کے لگانے ابھی باقی ہیں۔ ان سب کو اور مظلوموں کو اور بیواؤں کو اور یتیموں کو اور مصیبت زدگان کو خصوصیت کے ساتھ اور ہر بڑے اور چھوٹے کو اور مشرق و مغرب کو‘ افریقہ کے ممالک کو بھی اور چین اور جاپان کے ممالک کو بھی اور دوسری قوموں کو یورپ اور امریکہ اور جنوبی امریکہ اور کینیڈا جہاں جہاں احمدی میری اس آواز کو سن رہے ہیں یا مجھے دیکھ رہے ہیں میں آپ سب کو بہت محبت کے ساتھ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ اور عید مبارک کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل لندن 8۔اپریل 1994ء)

احمد موٹرز
157/13 فیروزپور روڈ۔ مسلم ٹاؤن موڑ لاہور
رابطہ کیلئے۔ مظفر محمود۔ فون آفس 7572031-32
رہائش 142/D ماڈل ٹاؤن لاہور

MASTERPIECES OF ISLAMIC ART
Selected Holy Quranic Verses In Beautiful Designs
Available In The Shape Of Metallic Mounts
MULTICOLOUR (PVT) LIMITED
129-C, Rehmanpura, Lahore, Pakistan. Ph: 7590 06,
Fax: (042) 7594111, Email: qaddan@brain.net.pk

نیا سال
پرانی اور پیچیدہ اور ضدی امراض کیلئے
ایک کامیاب علاج
ہومیوپیتھک ادویات
جرمن سیل بند ادویات سے تیار کردہ
117 ادویات کے بکس کی خریداری پر
ایک بار پھر ہومیوپیتھی کتاب علاج بالمثل مفت!
محمود ہومیوپیتھک سٹور اینڈ کلینک
اقصیٰ چوک ربوہ

بلال فری ہومیوپیتھک ڈسپنسری
زیر سرپرستی۔ محمد اشرف بلال
زیر نگرانی۔ پروفیسر ڈاکٹر سجاد حسن خان
اوقات کار۔ صبح 9 بجے تا شام 4 بجے
وقفہ 12 بجے تا 1 بجے دوپہر۔ ناغہ بروز اتوار
86۔علامہ اقبال روڈ۔ گڑھی شاہو۔ لاہور

معیاری اور کوالٹی سکرین پرنٹنگ
خان نیم پلیٹس
نیم پلیٹس، کلاک ڈائلز، سٹکرز، شیلڈز
اور بہت کچھ جو آپ پرنٹ کرانا چاہیں
ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 5150862
فیکس: 5123862، ای میل: knp_pk@yahoo.com

سستی ترین ائر ٹکٹیں
اندرون و بیرون ملک ہوائی سفر کیلئے سستی ترین ائر ٹکٹوں کیلئے آپکی اپنی ٹریول ایجنسی۔
گلیکسی ٹریول سروسز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
ٹرانسپورٹ ہاؤس۔ ایجرٹن روڈ لاہور
فون 6310449-6367099-6366588

ہمارے ہاں کوکنگ رینج، روم ہیٹر، گیزر، ہر طرح کے ڈونگی پمپ دستیاب ہیں۔ نیز ریپئرنگ کا کام بھی تسلی بخش کیا جاتا ہے۔
الفضل الیکٹرونکس
کالج روڈ نزد اکبر چوک۔ ٹاؤن شپ لاہور
فون آفس 042-5114822, 5118096

دمہ‘ پرانی کھانسی‘ زکام‘ چھینکیں‘ انفلوئنزہ

Asthma Course	Rs. 100/-	دمہ، سانس کی تنگی کا مستقل علاج
Cold Cure Tabs	Rs. 20/-	نیا زکام، بچوں کا زکام (خوش ذائقہ ٹکیاں)
Cold Cure Caps	Rs. 25/-	پرانا بار بار لگنے والا زکام
Cough Cure Tabs	Rs. 20/-	نئی کھانسی، بچوں کی کھانسی کیلئے خوش ذائقہ ٹکیاں
Cough Cure Caps	Rs. 25/-	پرانی یا بار بار ہونے والی کھانسی کیلئے
Sneezing Cure Caps	Rs. 25/-	چھینکیں یا ایسا زکام جس میں چھینکیں زیادہ آئیں
Influenza Cure Tabs	Rs. 20/-	انفلوئنزہ، بخار، فلو، چھینکوں زکام کے ساتھ حرارت ہونا
Flue Curative Smell	Rs. 25/-	نزلہ زکام، انفلوئنزہ، ناک کی بندش میں سونگھنے سے آرام

تفصیلی لٹریچر مفت طلب فرمائیں۔ بذریعہ ڈاک۔ Rs.5/- کے ٹکٹ ارسال فرمائیں۔
کیوریٹو میڈیسن کمپنی انٹرنیشنل۔ ربوہ
فون کلینک 771-419
ہیڈ آفس 213156
سیلز 211283

لاہور میں آپ کا اپنا پرنٹنگ پریس
کمپیوٹرائزڈ ڈیزائننگ سے پرنٹنگ جاب مکمل ہونے تک کی سہولت
سلور لنک پرنٹرز
اعلیٰ کوالٹی پرنٹرز
جدید مشینری سے آراستہ۔ وقت کی بچت کمپیوٹرائزڈ اردو‘ انگلش‘ عربی‘ فارسی کمپوزنگ کی سہولت
کتب‘ 4 کلر بروشرز‘ لیٹر پیڈ‘ وزٹنگ کارڈز‘ بل بکس‘ انوائس فارم‘ میمورنڈم‘ شادی کارڈز‘ کیلنڈرز‘ ڈائریاں‘ آفس سٹیشنری وغیرہ کی پرنٹنگ مناسب ریٹ اور بہترین کوالٹی میں کروانے کیلئے تشریف لائیں۔ آپ کے صرف ایک فون پر ہمارا نمائندہ آپ کے پاس حاضر ہوگا۔
رابطہ ربوہ انسٹیٹیوٹ آف کمپیوٹر اینڈ کامرس ریلوے روڈ فون: 343
ایڈریس: احسان منزل فسٹ فلور نزد واپڈا سب ڈویژن آفس رائل پارک لاہور فون/فیکس: 92-42-6369887

البشیرز
معروف قابل اعتماد نام
پیچ
جیولرز اینڈ بوتیک
ریلوے روڈ گلی نمبر 9 نزد ناصر ہلیاب کلاتھ ربوہ
نئی ورائٹی نئی جدت کے ساتھ زیورات و ملبوسات
لب چوکی کے ساتھ ساتھ ربوہ میں بااعتماد خدمت
پروپرائٹرز: ایم بشیر الحق اینڈ سنز
شوروم ربوہ 04524-510
فون شوروم چوکی 04942-3171

خوشخبری
ملکی، غیر ملکی ہومیوپیتھک ادویات‘ حضور ایدہ اللہ کی کتاب‘ 117 ہومیوپیتھک ادویات کے بکس پر احباب جماعت کیلئے خصوصی رعایت
ڈاکٹر عبدالرؤف چوہدری
کیوریٹو ہومیوپیتھک سٹور اینڈ کلینک
14 علامہ اقبال روڈ نزد الحمرا ابو ہڑوالا چوک ریلوے اسٹیشن لاہور
فون 6372867

رجسٹرڈ سی پی ایل نمبر 61